عمامے کے کتنے شملے رکھنا سنت ہے اور شملے کا سائز کتنا ہونا چاہیے؟

ریفرنس نمبر:Sar 6878

تاریخ:23-12-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمامے کے کتنے شملے رکھنا سنت ہے، ایک یا دو؟ نیز یہ کہ شملہ کا سائز کیا ہونا چاہیے یعنی کتنا بڑا اور کتنا چھوٹا ہونا چاہیے؟ سائل: محمد توقیر (فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عمامے کے ایک یا دو شملے چھوڑنا مستحب واولیٰ ہے۔ شملہ بالکل نہ چھوڑنا، جائز تو ہے، لیکن خلافِ مستحب وترکِ اولیٰ ہے۔ شملے کی کم سے کم مقدار چار انگل اور زیادہ سے زیادہ نصف پشت تک ہو، جس کی مقدار تقریباً ایک ہاتھ بنتی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، البتہ بعض فقہائے کرام نے نشست گاہ تک رخصت دی ہے کہ فقط اتنا لمبا ہو کہ بیٹھنے میں پیٹھ تلے نہ دبے۔

اور جن بعض فقہائے کرام جیسے صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ نے شملہ نہ چھوڑنے کو خلافِ سنت قرار دیا ہے، اس خلافِ سنت سے مراد خلافِ مستحب ہے، جیسا کہ بہت مرتبہ فقہاء سنت کا مستحب پر اور مستحب کا سنت پر اطلاق کر دیتے ہیں اور چونکہ مستحب کا ترک خلافِ اولیٰ ہے، ناجائز و گناہ نہیں، لہذا شملہ رکھنا مستحب و اولیٰ ہے اور نہ رکھنا خلافِ اولیٰ ہے۔

شملہ چھوڑنے کے مستحب وافضل ہونے کے بارے میں شعب الایمان میں ہے: "حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک سیاہ رنگا ہوا سوتی عمامہ باندھ رکھا تھا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور ان کا عمامہ کھول کر خود اپنے دست مبارک سے باندھا اور اس کا شملہ چار انگل یا اسے کچھ

زائد لٹکایا اور فرمایا: ”ھکذا یا ابن عوف فاعتم فانہ اجمل واحسن “اے ابن عوف تم اس طرح عمامہ باندھا کرو، کیونکہ یہ زیادہ خوبصورت اور زیادہ بہتر ہے۔“ (شعب الایمان، ج08، ص210، مطبوعہ مکتبۃ الرشد)

ایک شملہ رکھنے سے متعلق سنن ابی داؤد میں ہے: ”عن جعفر بن عمرو بن حريث عن أبيه قال رأيت النبى صلى اللہ عليه و سلم على المنبر وعليه عمامة سوداء قد أرخى طرفها بين كتفيه“ ترجمہ: حضرت جعفر بن عمرو بن حریث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر دیکھا کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا، جس کا شملہ آپ نے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑا ہوا تھا۔

(سنن ابو داود، کتاب اللباس، باب فی العمائم، ج2، ص452، دار الفکر، بیروت)

جامع ترمذی میں ہے: ”عن ابن عمر قال كان النبى صلى اللہ عليه و سلم اذا اعتم سدل عمامته بين كتفيه، قال نافع و كان ابن عمر يسدل عمامته بين كتفيه قال عبيد اللہ ورأيت القاسم و سالما يفعلان ذلك“ ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمامہ باندھتے، تو اس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑتے تھے۔ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑتے تھے۔ حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ وہ بھی شملہ دونوں کندھوں کے درمیان رکھتے تھے۔

(جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب فی سدل العمامة بین الکتفین، ج4، ص225، دار حیاء التراث العربی، بیروت)

اور دو شملے رکھنے کے بارے میں سنن ابی داؤد میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ”يقول عممنى رسول اللہ صلى اللہ عليه و سلم فسدلها بين يدى ومن خلفى“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عمامہ پہنایا، تو اس کا ایک شملہ آگے اور ایک پیچھے چھوڑا۔ (سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی العمائم، ج2، ص453، دار الفکر، بیروت)

تحفۃ الملوک میں ہے:"ویستحب إرخاء طرف العمامۃ"ترجمہ:عمامے کا شملہ چھوڑنا مستحب ہے۔ (تحفۃ الملوک، صفحہ278، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ)

موسوعہ کویتیہ میں ہے:"باستحباب إرخاء الذؤابة بين الكتفين يقول الحنفية والحنابلة وأكثر الشافعية "ترجمہ:فقہائے احناف،حنابلہ اور اکثر شافعیہ دونوں شانوں کے درمیان شملہ لٹکانے کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ (موسوعہ فقھیہ کویتیہ، ج21،ص169،مطبوعہ وزارۃ الاوقاف)

امام کمال الدین قدسی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:"ھومستحب مرجح فعلہ علی ترکہ کمایؤخذ من الاحادیث السابقۃ قدامر النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عبدالرحمن بن عوف بالارسال،فقال:"ھکذافاعتم یاابن عوف"وعللہ بانہ اعرب واحسن،فھومستحب واولی ،وترکہ خلاف الاولی والمستحب۔والظاھران الامام النووی اراد بالمکروہ ما ورد فیہ نھی مقصود ولیس الترک مکروھا بھذا المعنی،واما ان اراد بالمکروہ ماتناول خلاف الاولی کما ھو اصطلاح متقدمی الاصولیین فلانسلم کون الترک غیرمکروہ بھذا المعنی،بل ھومکروہ بمعنی انہ خلاف الاولی والمستحب کمابیناہ"ترجمہ:عمامے کا شملہ لٹکانا مستحب ہے اور شملہ لٹکانے کو نہ لٹکانے پر ترجیح حاصل ہے،جیسا کہ سابقہ احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف کو شملہ چھوڑنے کا حکم دیااور فرمایا:اے ابن عوف تم اسی طرح عمامہ باندھا کرو اوراس کی علت اعرب واحسن سے بیان فرمائی،پس شملہ چھوڑنا مستحب اوراولیٰ ہے، جس کا ترک خلافِ اولیٰ وخلافِ مستحب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ امام نووی کی کراہت سے مراد وہ ہے، جس کے متعلق حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہو،لہذا شملہ نہ لٹکانا اس معنی میں مکروہ نہیں ہے اوراگر مکروہ سے مراد وہ ہے،جو خلافِ اولیٰ کو شامل ہوتا ہے،جیسا کہ متقدمین اصولیین کی اصطلاح ہے،تو پھر شملہ نہ لٹکانے کا مکروہ نہ ہونا بھی تسلیم نہیں کرتے،بلکہ اس معنی میں تو یہ مکروہ ہے،کیونکہ یہ خلافِ اولیٰ و مستحب کا ترک ہے،جیسا کہ ہم نے اسے بیان کیا۔ (صوب العمامۃ فی ارسال طرف العمامۃ،ص44،مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ)

شملہ نہ رکھنے کے خلافِ سنت ہونے کے بارے میں بہار شریعت میں ہے: "بعض لوگ شملہ بالکل نہیں لٹکاتے، یہ سنت کے خلاف ہے اور بعض شملہ کو اوپر لا کر عمامہ میں گھرس دیتے ہیں، یہ بھی نہ چاہیے۔"

(بہار شریعت، ج03، ص418، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مستحب کو سنت کہنے کے بارے میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: "ان السنة ربما تطلق على المستحب كعكسه كما صرحوا بهما "بیشک سنت کا کبھی اطلاق مستحب پر ہوتا ہے اور مستحب کا سنت پر جیسا کہ فقہائے کرام نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج05، ص601، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شملہ کی مقدار کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے: "شملے کی اقل مقدار چار انگشت (چار انگلیاں) ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ اور بعض نے نشست گاہ تک رخصت دی یعنی اس قدر کہ بیٹھنے سے موضع جلوس (بیٹھنے کی جگہ) تک پہنچے اور زیادہ راجح یہی ہے کہ نصف پشت سے زیادہ نہ ہو، جس کی مقدار تقریباً وہی ایک ہاتھ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص182، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
عبدالرب شاکر قادری عطاری
25 ربیع الثانی 1441ھ/23 دسمبر 2019ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net کے ذریعے کی جاسکتی ہے